Lesson 5: Yunus (Ayaat 75- 109): Day 18

سُوْرَةُ یُونس کی تفسیر

موسیٰؑ ان سارے حالات میں کیا کرتے ہیں۔ آیت 84

وَقَالَ مُوۡسٰى يٰقَوۡمِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِيۡنَ ﴿۸۴﴾

اور موسیٰ نے کہا کہ بھائیو! اگر تم خدا پر ایمان لائے ہو تو اگر (دل سے) فرمانبردار ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو۔

یہ ہوتا ہے ایک اچھا لیڈر کہ باہر chaos برپا ہے، کہیں فرعون اُنکے بیٹوں کو مروا رہا ہے، کہیں جادوگروں سے مقابلے ہیں، کہیں موسیٰؑ پہ الزام۔ اور موسیٰ لوگوں کو کیا دعوت دے رہے ہیں، لوگوں کو خوفزدہ نہیں کر رہے انکے حوصلے نہیں توڑ رہے۔ بلکہ موسیٰؑ لوگوں کا ایمان بڑھا رہے ہیں۔

آج کے دور میں جس قسم کے لیڈرز کی ضرورت وہ ہتھیار پکڑانے والے نہیں ہیں، بلکہ اُنکے ایمان بڑھانے والے ہیں۔

آپ جنگوں کے حالات پڑھ کے دیکھ لیں۔ اُدھر لوگ جنگیں لڑ رہے ہوتے تھے اور اِدھر اللہ کے نبیؐ لوگوں کے ایمان بڑھا رہے ہوتے تھے۔ آپ لوگوں کو کبھی نہیں کہتے تھے تیر اُٹھاو، تلوار اُٹھاو، مارو، انکے سر کچل دو۔ آپؐ کیا کہتے تھے " لا الہ الا اللہ۔۔۔ تو آج بھی مسلمان تبھی جیتیں گے جب اُن میں سچا ایمان آئے گا۔ آج کے دور میں جتنا ایمان کو بڑھانا ضروری ہے اُتنا اسلحے کو بڑھانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ آج کے دَور کا پورا جہاد ایمان کو بڑھانے والے اسباب / ریسورسز پر لگائیے۔ رمضان میں لوگ زکواۃ دیتے ہیں۔ مسلمانوں کا کتنا مال جمع ہوتا ہے۔ لیکن اُس کے خاطر خواہ

نتائج کیوں نہیں نکلتے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ کس کو دیں، کہاں لگائیں۔ اور بکھری ہوئی کوششیں، لیکن ہاتھ کسی کے کچھ نہیں آرہا۔ حضرت موسیٰؑ نے یہاں ایمان کی بات کرنے سے بعد توکل کی بات کیوں کی؟

یہ اگلا سوال ہے کہ ایمان ہو اور توکّل نہ ہو، تو یہ تو کھیل ہے۔ مثال ہے کہ آپ کا ایمان ہے کہ آپکی گاڑی نیچے کھڑی ہے لیکن آپ کا توکل نہ ہو کہ میں اس میں گھر جاؤں گی تو آپکو اُس گاڑی کا اُدھر ہونا کوئی فائدہ دے گا؟ ایمان توکُل کو پیدا کرتا ہے۔ جتنا اللہ کی ذات پر ایمان پختہ ہو گا اُتنا آپ اللہ سبحانہ وتعالی پر توکل کریں گے۔ نبیوں کی تو باتوں میں بھی ایمان دِکھتا ہے۔

استنے یقین کی باتیں، ایمان، توکل، پھر بھی ہر دور میں کیوں تھوڑے لوگ ایمان لاتے ہیں۔ کیوں کہ شیطان صراطِ مستقیم پہ بیٹھا ہوا ہے۔ وسوسے ڈالتا ہے، خوف ڈالتا ہے۔ کبھی دنیاوی مصروفیات میں ڈال دیتا ہے۔ کبھی دین والوں سے شک شبہ پیدا کر دیتا ہے۔ تو اپنا گول بنائیں کہ جو بھی آپکے ساتھ ہیں وہ بچے ہیں، بڑے ہیں یا کوئی بھی، تو ہر دن میں نے ایک بیج ڈالنا ہے۔ سب کے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتیں کریں۔ بچوں کو کائنات پہ غور کرنا سکھائیں۔ پڑھنے پڑھانے کی تو بڑی دور کی بات ہے، میں کہہ سکتی ہوں کہ دودھ پیتے بچے اللہ کو پُکارنے لگ جائیں گے۔ اُنہیں بتائیں کہ یہ گھاس، درخت ہر چیز کس نے بنائی۔ اُنہیں ایمان، توکل کی بات سکھائیں۔ پھر کہا اللہ تعالیٰ یہ جو لوگ ہیں اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِيۡنَ کہا۔ یہ اسلام کا پہلا درجہ ہے۔ مومن نہیں بنتے تو مسلمان تو بنو۔

فَقَالُوۡا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡنَا‌ۚ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّـلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَۙ ﴿۸۵﴾

تو وہ بولے کہ ہم خدا ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال۔

یہاں ایک لیڈر کی خوبی دِکھتی ہے کہ لوہا نرم دیکھ کے چوٹ لگائی ہے۔ ایسے وقت میں ایمان کی دعوت دی جب اِسکی ضرورت تھی۔ تو وہ فوراً مان گئے۔ یہ لیڈر ہوتے ہیں جو کسی کا Morale up یا down کرتے ہیں۔ جب ساتھوں میں توکل آ گیا تو پھر زبان پہ دعائیں آتی ہیں رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَۙ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں یہ دعا کیسے کہی۔ تو پہلی بات 'فتنہ' اور دوسرا 'ظلم' قوم کے لیئے۔ ایک مسلمان دوسروں کے لیئے فتنہ کب بنتے ہیں؟ فتنے کے مختلف زاویے ہوتے ہیں۔ سب سے پہلا فتنہ کیا ہے، کہ انسان ہے تو مسلمان لیکن اُس کے حالات اتنے خراب ہیں کہ کافروں کو یہ کہنے کا موقع مِل جاتا ہے کہ "اچھا جی اگر تمہارا رَب ہے تو پھر اتنا بُرا حال کیوں ہے"۔

فتنہ کیسے بنتا ہے؟ اس آیت کا پہلا اینگل، کہ اے اللہ ہم پہ اتنے بُرے حالات نہ آ جائیں کہ غیر یہ کہنے لگ جائیں کہ انکا تو رَب ہی نہیں ہے۔ ایک دوسرا اینگل، اور وہ کیا کہ اے اللہ ہم اپنے دین سے عمل چھوڑ کر دوسروں کے لیئے فتنہ نہ بن جائیں۔ یہ کب ہوتا ہے؟ جب مسلمان خود اپنے دین سے دور ہے، اُس کی سوچ بدل گئی، اُسکا خیال بدل گیا تو کیا وہ مسلمان دوسروں کو دین کی طرف آنے دے گا۔ ایک اور اینگل بھی ہے فتنے کا؛ اور وہ کیا کہ اے اللہ دشمن کو ہم پہ غالب نہ کرنا کہ یہ ہم پر اتنی سختیاں کرے کہ جس سے گھبرا کر ہم دین کو چھوڑ دیں۔ جیسے آج کے دور میں بہت سارے فتنوں کی ہوائیں چلتی ہیں اور کئی ایسے مسلمان ہیں جو اپنا دین بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح فتنے کے کئی اینگلز ہوتے ہیں۔

ہر دور میں ہر بندہ اپنے بارے میں چیک کر سکتا ہے کہ کیا میں دوسروں کے لیئے فتنہ تو نہیں بنا ہوا۔ آج اگر ہم مسلمان سچے دل سے اپنے دین پہ عمل کرتے تو بہت جلد اسلام پھیلتا۔ آپ نے سُنا ہو گا کہ لوگ غیر ملکوں میں کریڈٹ کارڈز کو استعمال کرکے خود غائب ہو جاتے ہیں اور عُذر یہ دیتے ہیں کہ "یہ کافر ہیں انہیں خوب لوٹو"۔ تو یہ کس کے نام پہ دھبہ ہے۔ کیوں کہتے ہیں The best book with the worst followers. کیا ہم غیر مسلموں کو ایسا دین سکھائیں گے۔ اللہ کے نبیؐ نے کہا کہ جس نے کسی کا حق مارا، کل قیامت کے دن میں اُسکا وکیل بن کے لڑوں گا کہ تم نے اسکا حق کیوں لیا۔

میں اور آپ جن ملکوں میں رہتے ہیں، اگر بندے بن کے رہتے تو یہ بھی بندے بن چکے ہوتے۔ یہ ہم نے بندگی کا طوق اُتارا اور دوسروں کو بھی فتنوں میں ڈال دیا۔ یہ کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں کا یہ حال حلیہ ہو سکتا ہے تو ہمیں کیا ہے۔ مسلمان اپنے دین پر عمل کرکے اتنا فتنہ کھڑا نہیں کرتا۔ مثال ہے کہ اگر کوئی مسلم حال حلیے میں باہر نکلے تو کہیں گے فتنہ ہے۔ داڑھی والوں کو کہا جاتا ہے کہ فتنہ ہیں۔ دوسرے حال حلیے والے فتنہ نہیں ہیں۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ جس دن ہمیں اپنے دین کی سچائی کی سمجھ آ گئی اُس دن کفار کو بھی سمجھ آ جائے گی کہ ہم انہیں پیچھے نہیں ہٹا سکتے۔ اسی لیئے دعا ہی یہ کر رہے ہیں کہ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَۙ۔ کہ اے اللہ تیرے سپرد کیا معاملہ، ایسا نہ ہو تو ہمیں آزمائے جیسے ابو جہل آلِ یاسر پر ظلم کرتا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو تو ان کافروں کو ہم پہ مسلط کر دے

وَنَجِّنَا بِرَحۡمَتِكَ مِنَ الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۸۶﴾

اور اپنی رحمت سے ہم کو کافروں سے نجات دے"۔

یہ بھی بڑی پیاری بات ہے۔ اس میں ایک اُمید ہے۔ کہ یہ نہ ہو کہ کافروں میں رہتے رہتے ہمارا اپنا دین کمزور ہو جائے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی ہمت نہیں چھوڑی۔ حضرت موسیٰؑ کی اس دعا سے ہم اپنے لیئے چند سبق لیں گے اور وہ کیا ہیں

1۔ کہ جب دین کے راستے میں کوئی مشکل آئے تو اللہ سے مدد مانگیں۔

2۔ دین کے راستے میں مشکلات پہ دین پہ اور زیادہ عمل کرنے سے مدد آئے گی نہ کہ دین چھوڑنے سے۔

3۔ جتنا اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہو گا، اُتنا ہی بیرونی دباؤ کم محسوس ہو گا۔

4۔ جنکو اللہ پہ بھروسہ ہوتا ہے اُنکو دوسروں کی باتیں نقصان نہیں دیتی۔ اور مسلمان ہونے کی شرط اللہ پہ بھروسہ ہے۔ ایک خبر پڑھ لیں کہ مسلمان کو کہیں روک لیا تو فوراً سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ بس اب اسلام چھوڑ دو۔ یہ چیزیں انسان کو اور کمزور کرتی ہیں۔

5۔ حالات مشکل کے ہوں یا آسانی کے، مومن مطمئن رہتا ہے اور جب اطمینان ہوتا ہے تو پھر بڑی سے بڑی چیز بھی نقصان نہیں دیتی۔

اب اگلی آیتوں میں موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں عملی ٹپس دیئے ہیں۔ آیت 86 تک مشکل حالات میں قوم نے اللہ سے تعلق مضبوط کر لیا ہے۔ آپ لوگوں کے کرنے کا کام بتا دیتی ہوں کہ اگر آج کے دور میں مسلمانوں کے چاروں طرف فتنے ہیں، آزمائشیں ہیں؛

تو سب سے پہلے اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔

قبولیت نہیں تو قابلیت کے فائدے نہیں ہیں۔ اب قوم سیدھی ہوگئی۔ اگر بنی اسرائیل کی ہسٹری پڑھیں تو یہ اُنکا سنہرا دَور تھا۔ تکلیفیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ سے جُڑے ہوئے تھے۔ تبھی تو اللہ نے انہیں مصر آزاد کروا دیا تھا۔ آگے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کچھ ہدایات دیتے ہیں۔ آیت 87

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰى وَاَخِيۡهِ اَنۡ تَبَوَّاٰ لِقَوۡمِكُمَا بِمِصۡرَ بُيُوۡتًا وَّاجۡعَلُوۡا بُيُوۡتَكُمۡ قِبۡلَةً وَّاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۷﴾

اور ہم نے موسیٰؑ اور اس کے بھائی کو اشارہ کیا کہ "مصر میں چند مکان اپنی قوم کے لیے مہیا کرو اور اپنے ان مکانوں کو قبلہ ٹھیرالو اور نماز قائم کرو اور اہل ایمان کو بشارت دے دو" ۔

بنی اسرائیل کے oppression کے دن تھے۔ فرعونی طاغوتی نظام اُن پہ اتنا جابر ہوا کہ اُنہیں اپنے دین پہ عمل کرنے کی بھی اب اجازت نہ رہی۔ بنی اسرائیلیوں کو اُن کی عبادت گاہوں سے روک دیا گیا اور اُن کے لیئے فتنوں کو کھڑا کیا گیا۔ اب انہیں کہا گیا کہ کوئی بات نہیں اگر مسجدوں میں نہیں جانے دیتے تو گھروں میں مسجدیں بنالو۔ اجتماعی عبادت نہیں کر سکتے تو انفرادی عبادت کو تو نہ چھوڑو۔ یہاں لفظ بُيُوۡتًا آیا۔ گھروں کو۔ اس کی دو مختلف تفسیریں ہو سکتی ہیں۔

ایک یہ کہ اگر باہر جاکے عبادت نہیں کر سکتے تو اپنے گھروں میں عبادت کر لو۔ اللہ کے نبیؐ نے بالکل یہی کام دعوت کے ابتدائی زمانے میں کیا تھا۔ کیونکہ اُس وقت جو مسلمان ہوتا تھا تو اُسکو ستاتے تھے۔ دارِ ارقم کو دعوتی اور تنظیمی سرگرمیوں کے لیئے خاص کر دیا گیا۔ وَّاجۡعَلُوۡا بُيُوۡتَكُمۡ قِبۡلَةً سے کیا سمجھ آیا کہ تم اپنے گھروں کے قبلے تو ٹھیک کرو۔ جب ہمارے گھروں کے قبلے ٹھیک نہیں

ہوتے تو ہماری مسجدوں کے قبلے کیسے ٹھیک ہوں گے۔ جب ہماری گھریلو زندگی میں اللہ اور اللہ کے رسول کا نام نہیں ہے تو مسجدوں میں بھی اللہ کے نام نہیں رہتے۔ گھروں میں مادہ پرستی ہے تو مسجدوں میں بھی مادہ پرستی ہے۔ گھروں میں اَناپرستی ہے تو اُدھر بھی اَناپرستی ہے۔ یہاں اصل میں ہمیں ایک سبق دیا گیا کہ ہر حال میں دین کا کام کرو۔ کچھ سسٹرز ایک کورس کر کے کہہ دیتی ہیں بس آگے ہمیں اجازت نہیں آنے کی۔ اگر نہیں آسکتے گھر بیٹھے ہی کچھ کر لیں۔ ایک چیز چھُٹتی ہے 99 ہم خود چھوڑ دیتے ہیں۔

وَّاجۡعَلُوۡا بُيُوۡتَكُمۡ کی دوسری تفسیر کیا ہے کہ اپنے گھروں کو قبلہ رُخ تعمیر کرو۔ کیسے؟ فرعون کے ڈر سے مسجدیں تو نہیں بنا سکتے تو اپنے گھروں کو جب تعمیر کرو تو قبلہ رُخ کر لو تا کہ جب نماز پڑھو تو ٹھیک طرح سے پڑھو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُس دور میں کون سا قبلہ تھا؟ اگر آپکو تھوڑا سا یاد آئے تو موسیٰؑ کا دور حضرت سُلیمانؑ سے بہت پہلے کا دور ہے اور بیت المقدس حضرت سُلیمانؑ کے دور میں بنا تھا تو پھر اُس وقت کون سا قبلہ تھا؟ سورۃ آلِ عمران اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَـلَّذِىۡ بِبَكَّةَ بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے ۔

یہ اصل میں اللہ نے قرآن میں ان کے علماء کی ایک خیانت کھولی ہے۔ ہم سورۃ بقرہ میں قبلہ کی تبدیلی پہ پڑھ چکے ہیں اور بہت تکرار کے ساتھ یہ بات آئی تھی کہ ان کے یعنی بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں کہ یہ حق ہے، یہی قبلہ ہو گا لیکن انکے علماء نے چھُپایا ہوا تھا، اللہ نے اِدھر کھول دیا۔ یعنی انکو بھی خانہ کعبہ کی طرف ہی نماز پڑھنے کا حکم تھا کیونکہ ابھی دوسرا قبلہ تو بنا ہی نہیں تھا اور تورات ابھی آئی ہی نہیں تھی۔۔ تو یہاں خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا ایک سادہ سا اشارہ ہے۔ تو کہا کہ اجتماعیت پیدا

کرو۔جب مسلمان یہ کام کرلیں گے تو پھر ایمان والوں کو خوشخبریاں دیں۔یہاں دوسرا آپریشن پورا ہوا۔پہلا کیا تھا"تعلق بِاللہ"مضبوط کرو۔اور دوسرا کیا ہے؟اپنےSocial tiesمضبوط کرو۔یہاں اجتماعیت کی بات ہے۔آج بھی ہم مسلمانوں کو اسلام کے لیئے اجتماعیت کی ضرورت ہے۔انفرادی کوششیں ایک خاص حد تک فائدہ دیتی ہیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ انفرادی طور پر درد رکھنے والے کئی مسلمان ہیں لیکن اُن کی کوششوں سے وہ نہیں ہو پا رہا جو ایک ٹیم بن کر مسلمان کرسکتے ہیں۔

اب ایک اور چیز آیت 88

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے پروردگار تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت سا) سازوبرگ اور مال وزر دے رکھا ہے۔

اب بظاہر یہ ایک شکوہ لگ رہا ہے کہ اے اللہ تو نے فرعونیوں کو ہر چیز دے رکھی ہے۔زینت میں کیا کیا آتا ہے؟انکی شکلیں،رَنگ اچھے،انکے گھر خوبصورت،کام کتنے طریقے سے کرتے ہیں۔تو حضرت موسیٰؑ نے اللہ کو کہا کہ آپ نے ان کو تمام سامانِ زندگی دیا لیکن یہ کر کیا رہے ہیں۔

رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۔۔ اے پروردگار ان کا مال یہ ہے کہ تیرے رستے سے گمراہ کردیں۔

یعنی ان کے پاس طاقت ہے،اقتدار ہے،اختیار ہے،دولت ہے،مال ہے اور لوگ انکے رعب اور دبدبے کے خوف سے اور مال و دولت کے لالچ سے گمراہ ہو رہے ہیں۔اے اللہ تو نے انکو یہ سب کیوں دیا؟(آج کے دور میں کہہ لیں)

انکو میڈیا کیوں دیا، انکو وسائل کیوں دیئے، ان کے پاس اٹامک انرجی کیوں ہے؟ یہ موسیٰؑ کا اللہ سے ایک قسم کا سوال ہے کہ تو نے انہیں یہ سب کیوں دیا کہ یہ تیرے ہی بندوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں تو کیا کریں

رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤى اَمۡوَالِهِمۡ وَاشۡدُدۡ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡا حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ﴿۸۸﴾

اے پروردگار ان کے مال کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں

اب سوال یہ ہے کہ موسیٰؑ ایسی دعا کیوں کر رہے ہیں۔ تو موسیٰؑ کی اسلام اور مسلمانوں سے محبت دیکھیئے کہ اے اللہ وہ مال اور اسباب جو اسلام کے خلاف لُٹ رہا ہے تو ان سے واپس لے لے۔ ہم نہیں لے سکتے لیکن اے اللہ تُو تو لے سکتا ہے۔ تاکہ یہ اپنے رعب سے مسلمانوں پہ جو زیادتیاں کر رہے ہیں اُس سے باز آ جائیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بہت سالوں کے بعد کی۔ کہتے ہیں کہ چالیس سال لگ گئے تھے حضرت موسیٰؑ کو اس جدوجہد میں۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی یہ دعا سُن لی۔

قَالَ قَدۡ اُجِيۡبَتۡ دَّعۡوَتُكُمَا فَاسۡتَقِيۡمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيۡلَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۹﴾

خدا نے فرمایا کہ تمہاری دعا قبول کر لی گئی تو تم ثابت قدم رہنا اور بے عقلوں کے رستے نہ چلنا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میں نے تمہاری سُنی ہے، تم بھی میری سُنو۔ دین پہ قائم رہو۔ ایسا نہ ہو کہ وقت آنے پر تمہارا دل پسیج جائے۔ آج تو اُن پہ عذاب آنے کی دعا کر رہے ہو کل جب اِن پہ

عذاب آئے تو دعا کرو کہ اللہ انکو معاف کر دیں۔ اور ہر نبی نے آخر میں یہ دعا کی ہے۔ سورۃ نوح میں حضرت نوحؑ کی دعا آپ پڑھیں گے، قومِ شعیب اور باقی قوموں پر بھی نبیوں نے دعائیں کی تھیں، تبھی اُن پر عذاب آتا ہے۔ اسی کے نتیجے میں فرعون ڈوبا۔ کیونکہ جب لوگ اسلام کے خلاف اتنی باتیں کریں تو دعا کے لیئے ہاتھ اُٹھتے ہیں اور یہ کام نبی کریمؐ نے بھی کیا۔ قنوتِ نازلہ پڑھا۔ جب دشمن مسلمانوں پر ظلم کرتے تو اللہ کے نبی فجر کے بعد رکوع سے اُٹھ کر قنوتِ نازلہ پڑھتے تھے۔ اب موسیٰؑ کی زندگی کا پہلا چیپٹر بند ہونے لگا ہے۔ اور وہ کیا؟ کہ فرعون ڈوبنے لگا ہے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور تعدی سے ان کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ جب اس کو غرق (کے عذاب) نے آ پکڑا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لایا کہ جس (خدا) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں ۔

اسکو کہتے ہیں! بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے۔ فرعون کب ایمان قبول کر رہا ہے جب موت کا غرغرہ لگ گیا۔ جب اللہ کی طرف سے پکڑ ہو گئی تو ایمان لانے لگا۔

ایمان لانے کے دو راستے ہیں ایک مومن کا ایمان اور ایک کافر کا ایمان۔ مومن اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر ایمان لاتا ہے۔ کبھی کائنات کی اور کبھی کتاب کی۔ لیکن کافر عذاب کو دیکھ کر ایمان لاتا ہے اور یہاں فرعون کا بھی یہی معاملہ ہے کہ وہ موت کی ہچکیوں میں ایمان لا رہا ہے اور حدیث میں اسکو

"ایمانِ غرغرہ" کہتے ہیں۔ تو اب اس سے کیا کہا گیا آیت 91

آٰلۡـٰٔنَ وَقَدۡ عَصَيۡتَ قَبۡلُ وَكُنۡتَ مِنَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۹۱﴾ اور نافرمانیاں کر لو۔ ابھی تو مزہ ہی نہیں آیا۔ زندگی بھر غلط کام کرتا رہا اب موت کے فرشتے کو دیکھ کے ایمان لایا۔

فَالۡيَوۡمَ نُنَجِّيۡكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوۡنَ لِمَنۡ خَلۡفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ عَنۡ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوۡنَ ﴿۹۲﴾

تو آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لئے عبرت ہو۔ اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں ۔

لِمَنۡ خَلۡفَكَ اٰيَةً یہ ہے اللہ کا وعدہ۔ تیرے جسم کو محفوظ رکھا جائے گا، گلنے سڑنے سے بچایا جائے گا۔ تاکہ بعد میں آنے والے اسے دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ مسلمان بہت عرصہ تک اس آیت کو لے کے غیر مسلموں کے سامنے شرمسار رہے۔ کیوں کہ وہ غیر مسلم جو قرآن کو غور سے پڑھتے تھے اس آیت پہ مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے کہ اللہ نے تو کہا کہ میں ان کو دکھاؤں گا،، تو کدھر ہے فرعون کی لاش۔ اُس وقت تک ابھی فرعون کی لاش نہیں ملی تھی۔ تو اس کا جواب نہیں دے پاتے تھے۔ پھر تقریباً سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش ظاہر کر دی۔ اُنیسویں صدی کے شروع میں فرعون کی لاش ایک جگہ سے ملی اور اُس کا معائنہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ یہ وہی فرعون ہے جو حضرت موسیٰ کے دور میں ڈوبا تھا۔ نمک نے اُسکے جسم کو محفوظ کر دیا ہوا تھا۔ اُس دن سے فرعون Universal Hero بنا دیا گیا۔ لوگ کسی بھی ملک کے بڑے میوزیم کرائے پہ لیتے ہیں اور وہاں یہ mummies

رکھی جاتی ہیں اور پھر کسی فلم کی طرح لوگ انہیں دیکھنے آتے ہیں۔ لوگوں کا یہ حال ہے کہ جسے عبرت بنانا تھا اُسے فَن بنالیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ وعدہ آج تک سچا ہے۔ کیا یہ دلیل قرآن کے سچا ہونے کے لیئے کافی نہیں ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بات کہہ دی وہ ہو کے رہے گی۔ عبرت تو وہی لیتے ہیں جن کا ذہن عبرت لینے والا ہوتا ہے۔ عام لوگ کبھی بھی ایسی چیزوں سے عبرت نہیں لیتے۔

موسیٰؑ نے کیا دعا کی تھی رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰٓى اَمۡوَالِهِمۡ ۔ طمس کہتے ہیں کوئی چیز مٹے اور اُسکے کچھ اثرات باقی رہیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ فرعون اسی بد دعا کا شکار ہوا۔ فرعون مر گیا لیکن اُس کے گھر، مال حویلیاں پیچھے موجود تھیں۔ یعنی رہنے والے چلے گئے لیکن اُنکی چیزیں عبرت کا سامان بن کر پیچھے رہ گئیں۔

نبی کریمؐ نے بدر کے کنوئیں میں جب ابو جہل کو دیکھا تو کہا کہ ہر اُمت کا ایک فرعون ہوتا ہے اور میری اُمت کا فرعون ابو جہل ہے۔ اور یہ موسیٰؑ کے فرعون سے سخت ہے کیونکہ موسیٰؑ کا فرعون موت کے فرشتے کو دیکھ کے ایمان لے آیا تھا۔ لیکن ابو جہل کے اندر اپنی موت کے وقت اتنا کبر تھا کہ کہتا تھا میری گردن کو سر کے ساتھ کاٹنا تاکہ میری گردن لوگوں کو دِکھے۔

وہ جگہ جہاں سے فرعون کی لاش ملی، کہا جاتا ہے کہ جزیرہ نما سینا کے مغربی ساحل پر موجود ہے۔ جہاں فرعون کی لاش سمندر میں تیرتی ہوئی پائی گئی تھی۔ اسکو موجودہ زمانے میں "جبلِ فرعون" کہتے ہیں۔ اسی کے قریب ایک گرم چشمہ ہے جسے مقامی آبادی نے "حمامِ فرعون" کے نام سے موسوم کر رکھا ہے اور اس کی جائے وقوع ابو ضیمہ سے چند میل اوپر شمال کی جانب ہے اور علاقے کے باشندے اُس جگہ کی نشاندہی کرتے ہیں جہاں سے فرعون کی لاش ملی تھی۔ (اللہُ اکبر)۔ 1907 میں کیپٹن ایسٹ

سمتھ نے اسکی ممی سے جب پٹیاں کھولی تھیں تو اسکی لاش پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی تھی، جو کھارے پانی میں ڈوبنے کی علامت تھی۔ اتنی بڑی نشانیاں دیکھ کے بھی لوگ نہیں مانتے۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ۔ اگرچہ بہت سے انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں سے غفلت برتتے ہیں" ۔ یہ اللہ کا شکوہ ہے۔ آج کوئی کہے کہ اگر ہم فرعون کی ممی دیکھ لیں تو ایمان آجائے گا۔ کوئی نہیں آئے گا۔ اُس وقت بھی لوگ بس کیمرے سے تصویر کھینچ رہے ہوں گے۔ آج کے دور میں جہاں سے عبرت لے کے آنی ہوتی ہے لوگ وہاں سے تصویریں لے کے آتے ہیں۔ یہ ساری باتیں سُن کے ہمیں اپنی فکر لگ جانی چاہیئے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ نبیؐ کو کہاں جا کے فرعون کی خبر دی جارہی ہے جب مکہ میں حالات تنگ ہو رہے ہیں۔ اور لگ رہا ہے کہ اسلام کی تاریخ بننے سے پہلے مِٹ جائے گی۔ نبیؐ کو کہاں پتہ تھا کہ مدینہ میں اتنا Warm welcome ہو گا۔ کہ لوگ آپؐ کے لیئے دل و نگاہ بچھا کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو تسلیاں دیتے ہیں۔

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا دیا اور نہایت عمدہ وسائل زندگی انہیں عطا کیے پھر انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا مگر اُس وقت جبکہ علم اُن کے پاس آچکا تھا ۔

نبیؐ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپؐ فکر نہ کریں۔ مکہ کے بعد مدینہ آپکے لیئے مُبَوَّاَ صِدْقٍ بننے والا ہے۔ پیار، محبت، ٹھکانہ سب کچھ ملے گا۔ پھر کیا ہوا؟

فَمَا اخۡتَلَفُوۡا حَتّٰى جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ‌ؕ ۔ پھر انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا مگر اُس وقت جبکہ علم اُن کے پاس آ چکا تھا ۔

یہ ہے مسلمانوں کا Down fall اور اُسکی سب سے بڑی وجہ۔ اب تک بنی اسرائیل قوم بڑی اچھی تھی۔ ذرا آنکھیں کھلیں، فرعون کی غلامی سے نکلے، فرقے بازی شروع ہو گئی۔ اختلافات اور فرقے بازی کب شروع ہوتی ہے۔ ناواقفیت کی بنیاد پہ نہیں، بلکہ علم کی بنیاد پر۔ اور ہر بندہ خود کو سچا کہتا ہے جبکہ ؛

اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۳﴾

یقیناً تیرا رب قیامت کے روز اُن کے درمیان اُس چیز کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔

انکے اختلافات کی بنیاد پر اللہ ان کے فیصلے کرے گا۔ یہ سب کہہ کے اللہ نے ہمیں بتا دیا کہ قومیں پکڑ کا شکار کب ہوتی ہیں جب وہ بُرے دنوں میں تو اللہ سے جُڑی رہتی ہیں اور جیسے ہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُنہیں زمین کے ٹکڑے، اختیارات دیتا ہے تو پھر اُنہی لوگوں کے نقشِ قدم پر چلتی ہیں۔ مکہ، مدینہ کو ایک طرف چھوڑ کے اپنے آج کے حالات کو دیکھیں۔ اللہ نے ہمیں بھی تو مُبَوَّاَ صِدۡقٍ دیا ہے۔ مُبَوَّ جگہ کو کہتے ہیں صِدۡقٍ سچی، پاک کو کہتے ہیں۔ پاکستان کو لکھ لیں تو وہ بھی یہی بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی صورت میں ہمیں ایک خوبصورت ملک دیا ہے، اللہ اُسکی حفاظت کرے۔ آمین۔ ہم اپنی مرضی سے اس کے اندر اختلاف کر رہے ہیں تو دعا کیجیے کہ اللہ ہماری آنکھیں کھول دے۔ یہاں پہ موسیٰؑ کے

حالات پورے ہوئے۔ ہم سب اگر اسکو اللہ کے نبیؐ کی زندگی سے جوڑ کے دیکھ لیں تو اسکے تفہیم پہ ایک دو جملے لکھیں گے۔

کہ جوانوں کے موسیٰؑ پہ ایمان لانے کی بات ہوئی تھی۔ نبیؐ کے حالات اس کے ملتے ہیں۔

نبیؐ کے مکی دور میں جو لوگ مسلمان ہوئے وہ جوان تھے۔ مثلاً حضرت علیؓ۔ جعفر طیارؓ، زُبیر بن عوانؓ، طلحہؓ، سعد بن ابی و قاصؓ، عبدُاللہ بن مسعودؓ۔ یہ سب قبولِ اسلام کے وقت 20 سال سے کم عمر کے تھے۔ آج کے دور میں اگر اس عمر کے بچے ایمان قبول کر کے گھر آئیں تو لوگ کہتے ہیں یہ بچے ہیں، جذباتی ہو گئے ہیں۔

اسکے بعد دوسری کیٹگری:- عبدُالرحمٰن بن عوفؓ، بلال بن رباح، صُہیبؓ کی عمریں 20 سے 30 سال کے درمیان کی تھیں۔ صرف دو صحابہ کو ہی بڑا کہا جا سکتا ہے۔ ایک حضرت ابو بکر صدیقؓ، آپؐ سے دو سال چھوٹے تھے۔ یعنی جب اسلام قبول کیا تو اُس وقت 38 سال کے تھے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ نبی کریمؐ کے ہم عمر تھے۔ "السابقون الاوّلون" میں کوئی بھی بوڑھا نہیں تھا۔ اگر آپکو یاد ہے تو عشرہ مُبشرہ بھی اسی میں ہیں۔ یہ آپکے بچوں کی خوشخبریاں ہیں۔ اللہ آپکو نصیب کرے۔

ابتدائی مراحل میں حق کا ساتھ دینا، اور مشکلات کے سامنے سینہ تان کے کھڑا ہو جانا، یہ یوتھ کا کام ہے۔ نوجوان خون گرم ہوتا ہے۔ اُس میں جُرأت ہوتی ہے۔